© rasailojaraid.com

زکوٰۃ کے مستحق کون ہیں؟

مولانا محمد شہاب الدین ندوی، بنگلور

(۲)

ایک اعتراض اور اس کا جواب:-

اس موقع پر یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیئے کہ نواب صدیق حسن خاں کے مذکورۃ بالا فتوے یا شیخ رشید رضا مصری نے اپنی تفسیر میں اعتراض کرتے ہوئے بعض اہلِ علم کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ کو جو عطیہ دیا کرتے تھے وہ زکوٰۃ وصول کرنے کا معاوضہ (عمالہ) تھا نہ کہ بذات خود زکاۃ کی رقم۔ اور اس سلسلے میں موصوف نے حافظ ابن حجرؒ کا ایک قول بھی نقل کیا ہے[۱۶] (جو اس سلسلے کی بعض حدیثوں کی بنیاد پر ہے)۔

لیکن یہ اعتراض پوری طرح صحیح نہیں ہے (اگرچہ اس سلسلے میں ابن حجرؒ نے بعض اہلِ علم کے اقوال بھی پیش کیے ہیں) کیونکہ امام بخاریؒ نے مذکورہ بالا حدیث کے لئے جو عنوان قائم کیا ہے اور اس سلسلے میں جو قرآنی آیت

۱۶۔ دیکھئے تفسیر منار، از شیخ رشید رضا، ۱۰/۵۰۱ - ۵۰۲

© rasailojaraid.com

پیش کی ہے اس کے ملاحظہ سے یہ شبہ بالکل دُور ہو جاتا ہے۔ چنانچہ موصوف نے اس کا عنوان اس طرح قائم کیا ہے:

بَابُ مَنْ أَعْطَاهُ اللهُ شَيْئًا مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ وَلَا إِشْرَافِ نَفْسٍ، وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ — یعنی باب اس کا کہ اللہ نے جس کو کوئی چیز بغیر کسی سوال اور بغیر کسی نفسانی لالچ کے دے دیا۔ اور فرمان الٰہی کہ) ان (مسلمانوں) کے مال میں مانگنے والے اور محروم شخص کا بھی حق ہے۔[1]

اس طرح امام بخاریؒ نے اپنے اس عنوان میں قرآن اور حدیث کے دو فقروں کو جمع کرکے گویا ایک دوسرے کی تشریح و تفسیر کی ہے۔ واضح رہے کہ مذکورہ بالا عنوان کا پہلا حصہ خود حدیث مذکور سے ماخوذ ہے جو حضرت ابن عمرؓ کے حوالے سے اوپر گزر چکی ہے۔ اور اس حدیث کی تفسیر میں امام بخاریؒ نے آیت مذکور کو پیش کرکے اپنی نکتہ رسی اور فقاہت کا ثبوت دیا ہے۔ اور یہ آیت کریمہ سورۂ ذاریات میں موجود ہے جو یہ ہے:

وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۔ اور ان (مسلمانوں) کے مال میں مانگنے والے اور محروم شخص کا بھی حق ہے۔ (ذاریات: ۱۹)

اس آیت میں "محروم شخص" سے مراد کون ہے؟ تو اس کے بارے میں خود ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ تو طبری کی یہ تفسیر کہ اس سے مراد "سوال کرنے سے بچنے والا" مراد ہے (المتعفف الذی لا یسأل)، نیز ابن ابو حاتم کی بھی ایک روایت

۱۔ صحیح بخاری، جلد ۱، الزکاۃ ۳/۱۳۲

© rasailojaraid.com

اسی قسم کی ہے۔ اور انہی روایات کی رُو سے امام بخاریؒ کا عنوان صحیح ہو سکتا ہے، بخلاف دیگر روایات کے۔ رد علی التفسیر المذکور مطبق الترجمۃ) ؎۱۸

اس اقتباس سے امام بخاریؒ کے نزدیک اس مسئلے میں عموم مراد ہے، مگر حدیث مذکور مطلق زکاۃ سے متعلق نہیں بلکہ وصولیٔ زکاۃ کے معاوضے سے متعلق ہے۔ واضح رہے کہ خود نواب صاحبؒ بھی اس حقیقت سے واقف نہیں رہے۔ بلکہ انہوں نے اپنی شرح شرح بخاری (عون الباری) میں خود ہی اس کی تصریح کی ہے، جیسا کہ وہ تحریر کرتے ہیں۔

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْنِي الْعَطَاءَ أَيْ بِسَبَبِ الْعُمَالَةِ كَمَا فِي مُسْلِمٍ، لَا مِنَ الصَّدَقَاتِ فَلَيْسَتْ مِنْ جِهَةِ الْفَقْرِ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عطیہ دیا کرتے تھے۔ یعنی زکاۃ وصول کرنے کے معاوضے کے طور پر۔ جیسا کہ اس کی تصریح مسلم میں موجود ہے۔ اور یہ زکاۃ کی رقم نہیں ہوتی تھی۔ تو وہ فقر احتیاج کے طور پر نہیں ہوا کرتی تھی۔ ؎۱۹

مطلب یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ عطیہ جات ایک زائد شے کے طور پر (بطور تحفہ) ہوا کرتے تھے۔ پھر اس کے بعد مؤلف نے صاحب المصابیح کے حوالے سے ایک اور نفیس نکتہ اسطرح بیان کیا ہے۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں عرض کرتا کہ یا رسول اللہ! آپ یہ عطیہ

؎۱۸ فتح الباری شرح بخاری از ابن حجر ۳/۳۳۷، مطبوعہ دار الافتاء ریاض۔

؎۱۹ عون الباری شرح بخاری ۲/ از نواب صدیق حسن خاں ۷/ ۲، مطبوعہ قطر۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایسے شخص کو دیکھئے جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو" تو یہاں پر حضرت عمرؓ نے زیادہ محتاج" کا لفظ استعمال کر کے ایک اچھے نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ "فقیر" وہ ہے جو کسی چیز کا مالک ہو۔ کیونکہ اسی طرح سے "محتاج" زیادہ محتاج" کا اثبات ہو سکتا ہے۔ (خلاصہ)

(فأقول: اعطه مَنْ هُوَ أَفْقَرُ إِلَيْهِ مِنِّي) عبّر بأفعل فيه نكتة حسنة وهي كون الفقير هو الذي يملك شيئاً ما لأنه انما يتحقق فقير وافقر، اذا كان الفقير شيء بعضهم فيكثر۔ أما لو كان الفقير هو الذي لا شيء له البتة فيستوون كلهم سواءً، ليس منهم افقر۔ قاله صاحب اللمعات[۲۰]

بہر حال اس سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عمرؓ کے پاس کچھ نہ کچھ مال ضرور رہتا تھا۔ مگر اس کے باوجود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں عطیہ جات دیتے تھے۔ اور امام بخاریؒ کی تصریح کے مطابق اس میں عطیہ جات (زکاۃ کے علاوہ صدقہ وغیرہ) ہی کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ بلکہ یہ بات ہر چیز عام ہوتی ہے۔ جیسا کہ اوپر کی بحث سے ثابت ہو گیا۔

اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا مسلک یہ تھا کہ وہ نہ تو کسی سے سوال کرتے تھے اور نہ اُن کو دی جانے والی کوئی چیز (زکاۃ کا عطیہ) رد کرتے تھے۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں مذکور ہے:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَسْأَلُ أَحَداً شَيْئاً، وَلَا يَرُدُّ شَيْئاً أُعْطِيَهُ۔[۲۱]

واضح رہے شمس الائمہ سرخسیؒ نے حدیث مذکور کو اس مسئلے میں بطور دلیل

۲۰۔ حوالۂ مذکور۔

۲۱۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، ۷۲۳/۲۰۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی قسم کی ہے۔ اور انہی روایات کی رُو سے امام بخاریؒ کا عنوان صحیح ہو سکتا ہے، بخلاف دیگر روایات کے۔ (وعلی التفسیر المذکور مطیق الترجمۃ)[18]

اس اقتباس سے امام بخاریؒ کے نزدیک اس مسئلے میں عموم مراد ہے، اگرچہ حدیث مذکور مطلق زکاۃ سے متعلق نہیں بلکہ وصولیٔ زکاۃ کے معاوضے سے متعلق ہے۔ واضح رہے کہ خود نواب صاحبؒ بھی اس حقیقت سے ناواقف نہیں تھے۔ بلکہ انہوں نے اپنی شرح شرح بخاری "عون الباری" میں خود ہی اس کی تصریح کی ہے، جیسا کہ وہ تحریر کرتے ہیں۔

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْنِي الْعَطَاءَ أَيْ بِسَبَبِ الْعُمَالَةِ كَمَا فِي مُسْلِمٍ، لَا مِنَ الصَّدَقَاتِ، فَلَيْسَتْ مِنْ جِهَةِ الْفَقْرِ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عطیہ دیا کرتے تھے۔ یعنی زکاۃ وصول کرنے کے معاوضہ کے طور پر۔ جیسا کہ اس کی تصریح مسلم میں موجود ہے۔ اور یہ زکاۃ کی رقم نہیں ہوتی تھی۔ تو وہ فقر و احتیاج کے طور پر نہیں ہوا کرتی تھی۔[19]

مطلب یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ عطیہ جات ایک زائد شے کے طور پر (بطور تحفہ) ہوا کرتے تھے۔ پھر اس کے بعد موصوف نے صاحب المصابیح کے حوالے سے ایک اور نفیس نکتہ اس طرح بیان کیا ہے۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں عرض کرتا کہ (یا رسول اللہ) آپ یہ عطیہ

---

[18] "فتح الباری شرح بخاری" از ابن حجر ۳/۳۳۲، مطبوعہ دار الافتاء ریاض۔

[19] "عون الباری شرح بخاری" از نواب صدیق حسن خاںؒ ۳/۱۷، مطبوعہ قطر۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کسی ایسے شخص کو دیجئے جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو" تو یہاں پر حضرت عمرؓ نے "زیادہ محتاج" کا لفظ استعمال کرکے ایک اچھے "نکتہ" کی طرف اشارہ کیا ہے کہ "فقیر" وہ ہے جو کسی چیز کا مالک ہو۔ کیونکہ اسی طرح سے "محتاج" اور "زیادہ محتاج" کا اثبات ہو سکتا ہے۔ (خلاصہ)

(قوله: اعطه من هو أفقر إليه مني) عبّر بأفقر ليفيد نكتة حسنة وهي كون الفقير هو الذي يملك شيئاً ما، لأنه إنما يتحقق فقير وأفقر إذا كان الفقير له شيء يقل ويكثر۔ أما لو كان الفقير هو الذي لا شيء له البتة كان الفقراء كلهم سواء، ليس منهم أفقر۔ قاله صاحب المصابيح[20]

بہرحال اس سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عمرؓ کے پاس کچھ نہ کچھ مال ضرور رہا کرتا تھا۔ مگر اس کے باوجود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں عطیہ جات سے نوازا کرتے تھے۔ اور امام بخاریؒ کی تصریح کے مطابق اس میں عطیہ جات (یا وصولیٔ زکاۃ کے معاوضے وغیرہ) ہی کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ بلکہ یہ بات مال زکاۃ پر بھی عائد ہوتی ہے۔ جیسا کہ اوپر کی بحث سے ثابت ہو گیا۔

اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا مسلک یہ تھا کہ وہ نہ تو کسی سے سوال کرتے تھے اور نہ اُن کو دی جانے والی کوئی چیز (زکاۃ کا عطیہ) رد کرتے تھے، جیسا کہ حدیث صحیح میں مذکور ہے:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَسْأَلُ أَحَداً شَيْئاً، وَلَا يَرُدُّ شَيْئاً أُعْطِيَهُ۔[21]

واضح رہے شمس الائمہ سرخسیؒ نے حدیث مذکور کو اس مسئلے میں بطور دلیل

---

[20] ۔ حوالۂ مذکور۔

[21] ۔ صحیح مسلم کتاب الزکاۃ ۲۰/۲۳ ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی قسم کی ہے۔ اور انہی روایات کی رُو سے امام بخاریؒ کا عنوان ہو سکتا ہے، بخلاف دیگر روایات کے۔ ردعلی التفسیر الذ... سطیق الترجمۃ) ۱۸

اس اقتباس سے امام بخاریؒ کے نزدیک اس مسئلے میں عموم مراد ... کرم و حدیث مذکو مطلق زکاۃ سے متعلق نہیں بلکہ وصولیٔ زکاۃ ... معاوضے سے متعلق ہے۔ واضح رہے کہ خود نواب صاحبؒ بھی اس حقیقۃ ... سے ناواقف نہیں تھے۔ بلکہ انہوں نے اپنی شرح شرح بخاری (عو... الباری) میں خود ہی اس کی تصریح کی ہے، جیسا کہ وہ تحریر کرتے ہیں۔

کَانَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعْطِیْنِی الْعَ... أَیْ بِسَبَبِ الْعُمَالَۃِ، کَمَا فِی مُسْلِمٍ، لَا مِنَ الصَّدَ... فَلَیْسَتْ مِنْ جِہَۃِ الْفَقْرِ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عطیہ... کرتے تھے۔ یعنی زکاۃ وصول کرنے کے معاوضے کے طور پر۔ جیسا کہ ا... کی تصریح مسلم میں موجود ہے۔ اور یہ زکاۃ کی رقم نہیں ہوتی تھی۔ تو... فقر، احتیاج کے طور پر نہیں ہوا کرتی تھی۔ ۱۹

مطلب یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ عطیہ جات ا... زائد شے کے طور پر (بطور تحفہ) ہوا کرتے تھے۔ پھر اس کے بعد موصو... نے صاحب المصابیح کے حوالے سے ایک اور نفیس نکتہ اس طرح بیان ... حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں عرض کرتا کہ یا رسول اللہ! آپ یہ عطیہ...

۱۸۔ فتح الباری شرح بخاری "از" ابن حجر، ۳ / ۳۴۲، مطبوعہ دار الافتاء، ریاض

۱۹۔ [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کسی ایسے شخص کو دیکھئے جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو" تو یہاں پر حضرت عمرؓ نے "زیادہ محتاج" کا لفظ استعمال کر کے ایک اچھے نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ "فقیر" وہ ہے جو کسی چیز کا مالک ہو۔ کیونکہ اسی طرح سے "محتاج" اور "زیادہ محتاج" کا اثبات ہو سکتا ہے۔ (خلاصہ)

(فاقول، اعطہ من ھو افقر الیہ منی) عتبر بافقر لیفید نکتۃ حسنۃ وھی کون الفقیر ھو الذی یملک شیئاً ما لأنہ انما یتحقق فقیر وافقر۔ اذا کان الفقیر لہ شئ یقل ویکثر۔ اما لو کان الفقیر ھو الذی لا شئ لہ البتۃ کان الفقراء کلھم سواءً، لیس منھم افقر۔ قالہ صاحب المصابیح[۲۰]

بہر حال اس سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عمرؓ کے پاس کچھ نہ کچھ مال ضرور رہا کرتا تھا۔ مگر اس کے باوجود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں عطیہ جات سے نوازا کرتے تھے۔ اور امام بخاریؒ کی تصریح کے مطابق اس میں عطیہ جات (یا وصولیٔ زکاۃ کے معاوضے وغیرہ) ہی کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ بلکہ یہ بات مال زکاۃ پر بھی عائد ہوتی ہے۔ جیسا کہ اوپر کی بحث سے ثابت ہو گیا۔

اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا مسلک یہ تھا کہ وہ نہ تو کسی سے سوال کرتے تھے اور نہ اُن کو دی جانے والی کوئی چیز (زکاۃ کا عطیہ) رد کرتے تھے، جیسا کہ حدیث صحیح میں مذکور ہے:

فکان ابن عمر لا یسأل احداً شیئاً، ولا یرد شیئاً اعطیہ۔[۲۱]

واضح رہے شمس الائمہ سرخسیؒ نے حدیث مذکور کو اس مسئلے میں بطور دلیل

۲۰:۔ حوالۂ مذکور۔

۲۱:۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، ۲/۲۳۷۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بخشش کیا ہے کہ جس شخص کے لیے مانگنا حرام ہو اس کے لیے بغیر سوال کے اس قسم کا مال لینا بالکل جائز ہے۔ چنانچہ وہ ایک مسئلہ میں تحریر کرتے ہیں:

وتاویله عندهما فی حرمة السؤال والطلب، وبه نقول، قال صلی اللہ علیه وسلم لعمر رضی اللہ تعالیٰ عنه: ما اتاك من هذا المال من غیر طلب ولا استشراف فخذه، فانه مال اللہ تعالیٰ یؤتیه من یشاء۔[۲۲]

اس اعتبار سے نواب صدیق حسن خان ؒ کا مذکورۂ بالا فتویٰ کوئی بدعت یا فقہ حنفی کے لیے نامانوس نہیں ہے۔ بلکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے ہمساز و دمساز نظر آ رہے ہیں۔ لیکن ہمارے کم سواد اور تنگ نظر علماء بیچارے نواب صاحب ؒ کو ناحق "گمراہ" قرار دینے پر تُلے ہوئے نظر آتے ہیں اور اس سلسلے میں زمین و آسمان کے قلابے ایک کرتے دکھائی دیتے ہیں جب کہ انہیں خود اپنے ہی گھر کی خبر نہیں ہے۔ شاید ایسے ہی موقعوں کے لیے کہا جاتا ہے:

خود فراموشی کنند تہمت دہد استاد را

ایک آیت کی تفسیر اور چند نفیس نکات:-

اب آیت بالا (ذاریات ۱۹) کی تفسیر میں مفسرین کی چند تصریحات بھی ملاحظہ ہوں، جن سے نہ صرف یہ مسئلہ اور زیادہ صاف ہو جاتا ہے بلکہ سورۂ بقرہ کی آیت ۲۷۳ (لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ أُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ):-

---

[۲۲] المبسوط للسرخسی: ۳/۱۴، مطبوعہ کراچی، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زکاۃ اُن محتاجوں کے لیے ہے جو اللہ کے راستے میں گھرے ہوئے ہیں، پر بھی ایک تیز روشنی پڑ جاتی ہے۔ اور اس بحث سے رشید رضا اور معترض جیسے لوگوں کی ذہنی دُھلائی بھی اچھی طرح ہو جاتی ہے۔ چنانچہ امام قرطبی تحریر کرتے ہیں ۔

محمد بن سیرینؒ اور قتادہؒ نے کہا ہے کہ اس آیت میں "حق" سے مراد فرض زکاۃ ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ زکاۃ کے علاوہ خیر خیرات (نفلی صدقات) کے بارے میں ہے۔ کیونکہ یہ سورت (ذاریات) مکی ہے اور زکاۃ مدینے میں فرض ہوئی تھی۔ مگر ابن العربی کے قول کے مطابق یہاں پر قوی بات یہ ہے کہ اس سے زکاۃ ہی مراد ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایک دوسری جگہ فرماتا ہے ۔

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۔ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ؛

اور وہ لوگ (قابل تعریف ہیں) جن کے مالوں میں ایک متعین حق ہے، مانگنے والے کے لیے بھی اور محروم شخص کے لیے بھی ۔ (معارج: ۲۴ - ۲۵)

تو اس میں "متعین حق" (حق معلوم) سے مراد زکاۃ ہی ہے، جس کی مقدار، جنس اور وقت کی صراحت شریعت نے کر دی ہے۔ اب رہا نفلی صدقات وخیرات کا معاملہ تو وہ متعین نہیں ہے۔ ۲۳ھ

اب رہا یہ مسئلہ کہ "محروم شخص" سے مراد کون ہے؟ تو اس بارے میں چار قسم کے اقوال مختلف تفسیروں میں مذکور ہیں، جو یہ ہیں:

۱۔ محروم وہ ہے جس کے دُنیا بھاگتی ہو۔ یعنی جو وسائل سے محروم ہوا ور

۲۳۔ خلاصہ از تفسیر قرطبی: ۱۷/۳۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اُسے کوئی پیشہ حاصل نہ ہو۔ (تعارف)۔

۲۔ محروم وہ ہے جو (اپنی آبرومندی کی بنا پر) کسی سے کچھ نہ مانگتا ہو اور نہ لوگوں کو اپنے حال سے واقف کراتا ہو۔ (مُتعفّف)

نوٹ :- سورۃ بقرہ (۲۷۳) میں اسی قسم کے لوگوں کا تذکرہ ہے جو اپنی "سفید پوشی" کی وجہ سے بظاہر مالدار لگتے ہیں۔ اور امام بخاریؒ کی غرض انہی لوگوں سے ہے۔

۳۔ محروم وہ ہے جس کے پاس "نمو بخش" یا بڑھنے والا مال موجود نہ ہو۔ (المحروم الذی لا ینمی لہ مالٌ)۔

۴۔ وہ شخص جس کی کھیتی یا پھلوں کو آفت آ پڑی ہو۔[۲۳]

اس موقع پر یہ نکتہ بھی ملحوظ رہنا چاہیئے کہ تیسرے قول کے مطابق ایسے شخص کو زکاۃ دینا جائز ہے جس کے پاس کچھ مال تو موجود ہو مگر اس میں نمو یا بڑھوتری نہ ہو رہی ہو۔ یعنی وہ تجارتی مال نہ ہو۔ اور یہ بات خاص کر ایسے دینی خدمت گاروں پر صادق آ سکتی ہے کہ اگر اُن کے پاس تجارتی مشاغل نہ ہونے کے باوجود کچھ "غیر نامی" مال موجود ہو تو ان کا اطلاق مالداروں پر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ انہیں بلاتکلف زکاۃ کی رقم سے نوازا جا سکتا ہے۔ تاکہ وہ دینی وعلمی خدمت پوری یکسوئی اور بے فکری کے ساتھ انجام دیتے رہیں اور انہیں اپنی ضروریات زندگی کے لیے اپنی پونجی ختم ہو جانے اور مفلس وقلاش بن جانے کا اندیشہ بالکل نہ رہے۔ اور امام بخاریؒ

۲۳ؔ :- خلاصہ از تفسیر قرطبی ۱۷/۳۸ - ۳۹، تفسیر ابن جریر ۲۶/۱۲۴ - ۱۲۶، تفسیر درمنثور ۶/۱۳ - ۱۱۴، تفسیر روح المعانی ۲۷/۹، تفسیر کشاف ۴/۱۶۔

© rasailojaraid.com

کی تاویل میں یہ قسم بھی داخل ہوسکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ موجودہ مادیات کے دور میں اس قسم کی خدمت انجام دینے والوں کے لئے کچھ تو "تحفظات" ہونے چاہئیں۔ ورنہ اس لائن میں کوئی مفید اور خاطر خواہ کام انجام نہیں پا سکتا، جو ملّت کی سربلندی کا باعث ہو سکتا ہو۔ ظاہر ہے کہ اس راہ میں جو افراد دین و ملّت کے لیے وقف ہو کر کام کریں تو اُن کی ہمت افزائی بھی پوری وسعتِ قلبی کے ساتھ ہونی ضروری ہے۔ اُوپر مذکور علامہ حصکفی اور علامہ شامی کے فتاویٰ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

بہرحال ان آیات و احادیث سے بخوبی واضح ہو گیا کہ علمی و دینی خدمتگاروں کا حق بن مانگے ملنا چاہئے۔ یعنی "محروم" اور "متعفف" لوگوں تک اُن کا حق گھر بیٹھے پہنچانا چاہئے۔ اور ذمہ دارانِ ملت و پاسبانانِ شریعت کے لیے اس ہدایت پر عمل کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ شریعت نے آبرو مندوں کو مانگنے سے منع کر دیا ہے۔ اور اسی بنا پر قرآن اور حدیث میں انہیں متعفف یعنی "سوال کرنے سے بچنے والے" کہا گیا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں اس کی صراحت اس طرح کی گئی ہے:۔

لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلَا اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ۔ إِنَّمَا الْمِسْكِيْنُ الْمُتَعَفِّفُ۔ اِقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ: لَا يَسْأَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسکین وہ نہیں ہے جسے ایک دو کھجور یا ایک دو لقمے لوٹا دیں۔ بلکہ مسکین وہ ہے جو سوال کرنے سے بچنے والا ہو۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ اور وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے[25] (البقرہ: ۲۷۳)

۲۵؎ ۔ صحیح مسلم کتاب الزکاۃ: ۲/۷۱۹ ۔

© rasailojaraid.com

شریعت کے ان واضح احکام کا تقاضا ہے کہ لوگ خدمت دین میں مشغول علماء اور اس کے معاون کارکنوں کی ضروریات خود ان کی خدمت میں رضاکارانہ طور پر پہنچا دیا کریں۔ اور علماء کو دست سوال دراز کرنے پر مجبور نہ کریں۔ چنانچہ ایک حدیث میں اس کی بھی تاکید ملتی ہے کہ اس سلسلے میں مستحق لوگوں کو پوشیدہ طور پر دینے کا التزام کرنا چاہئے، اس طرح کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ چنانچہ ایک حدیث کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سات قسم کے لوگوں کو اپنے سائے میں پناہ دے گا، جس دن کہ سوائے اس کے سائے کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ چنانچہ ان سات خوش نصیب افراد میں سے ایک شخص یہ بھی ہے:

وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا، حَتّٰى لَا تَعْلَمَ يَمِينُهُ مَا تُنْفِقُ شِمَالُهُ، وہ شخص جو صدقہ کرتا ہے (زکاۃ ادا کرتا ہے) تو اسے پوشیدہ رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا داہنا ہاتھ جو کچھ خرچ کرتا ہے اس کی خبر اس کے بائیں ہاتھ کو بھی نہیں ہوتی۔ [۲۶]

یہ نہیں کہ بغرض نمائش دنیا بھر کے "بھکاریوں" کو اپنی ڈیوڑھی پر اکٹھا کر کے نام و نمود اور ریاکاری کے طور پر زکاۃ کا مال تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ اور بعض اہل ثروت تو اس سلسلے میں من مانی کرتے ہوئے نہ صرف "فقیروں" کو بلکہ خود اہل علم کو بھی ایک لائن (کیو) میں کھڑا کر کے یکے بعد دیگرے اپنی کوٹھی کے اندر بلاتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۲۶۔ مسلم کتاب الزکاۃ، ۲/ ۷۱۵۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس سے بڑھ کر علم دین کی اہانت و رسوائی اور کیا ہو سکتی ہے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور زکاۃ۔

مذکورہ تحقیق کی تحریر تناقض و تضاد سے بھرپور ہے۔ اور وہ جگہ جگہ محض الزامی جواب دینے کی غرض سے حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں اور مغالطہ آرائیوں کے انبار لگاتے چلے جاتے ہیں۔ مثلاً ایک جگہ تحریر کرتے ہیں:

"اگر زکاۃ کا اولین استحقاق خدمت دین کی بنیاد پر ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زکاۃ کے سب سے زیادہ مستحق ہوتے۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حال یہ تھا کہ فقر و فاقہ اور شدید ترین معاشی تنگی کے باوجود تاحیات زکاۃ کا ایک حبہ استعمال نہیں کیا۔ اور اسی پر بس اکتفا نہیں فرمایا، بلکہ قیامت تک کے لیے سادات کو زکاۃ کے استعمال سے منع فرما دیا۔

ایک بار حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے زکاۃ کی ایک کھجور منہ میں ڈال لی۔ آپ نے ان کے منہ سے کھجور اگلوا دی اور فرمایا "تھو تھو اسے پھینک دو، کیا یہ نہیں جانتے کہ ہم لوگ زکاۃ نہیں کھاتے۔" [۲۷]

ظاہر ہے کہ یہ ایک بہت بڑا مغالطہ اور پر فریب استدلال ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان پر زکاۃ ممنوع ہونے کی وجہ وہ نہیں ہے جو معترض بیان کر رہے ہیں۔ بلکہ یہ بات آپ کے شرف نسبی سے متعلق ہے۔ جیسا کہ بعض حدیثوں سے ثابت ہے!

---

[۲۷] ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، ستمبر ۱۹۸۸ء، ص ۲۲، ۲۳۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَنْبَغِي لِآلِ مُحَمَّدٍ وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ، إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ، زکاۃ محمدؐ اور محمدؐ کی اولاد کے لیے نامناسب ہے۔ کیونکہ وہ لوگوں کا میل کچیل ہے۔ [۲۸]

إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لَنَا: صدقہ (زکاۃ) ہمارے لیے حلال نہیں ہے۔ [۲۹]

یہ اور اس قسم کی حدیثوں سے کس طرح ثابت کیا جاسکتا ہے کہ زکاۃ دینی خدمت کے عوض میں جائز نہیں ہے؟ آخر یہ تنگ بندی کہاں سے نکل آئی؟ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کا انطباق اس طرح بے اصولی طور پر کرنا جائز ہو تو پھر یوں کہنا بھی صحیح ہوگا کہ چونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں کسی کو وارث بننا جائز نہیں تھا لہٰذا اب کسی بھی امتی کو اپنے ماں باپ یا رشتہ داروں کے ترکہ میں وارث بننا جائز نہ ہوگا۔ حدیث ملاحظہ ہو:

لَا نُورِثُ، مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم (آپس میں) وارث نہیں بنائے جاتے۔ (یعنی ہمارا ترکہ کسی کو نہیں مل سکتا) ہم جو کچھ چھوڑ جائیں گے وہ صدقہ ہے۔ [۳۰]

نیز ایک اور حدیث ملاحظہ ہو جس سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔

إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا،

۲۸: صحیح مسلم، مسند احمد، منقول از نیل الاوطار ۴/۲۳۱۔

۲۹: ترمذی کتاب الزکاۃ ۳/۲۳، ابوداؤد ۲/۲۹۹، نیز نسائی کتاب الزکاۃ۔

۳۰: نسائی قسم الفیء: ۷/۱۳۶۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

[illegible] حقیقت، علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء درہم و دینار [illegible] کسی کو وارث نہیں بنا گئے بلکہ علم کا وارث بنا گئے ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ علماء انبیاء کے وارث صرف علم کے ہوتے ہیں، روپے پیسے کے معاملات میں نہیں۔ ورنہ لازم آتا کہ وہ اپنی اولاد میں کسی کے وارث نہیں۔ دیکھئے ہماری شریعت میں ایک ایک نکتہ کی وضاحت کیسے حکیمانہ انداز میں موجود ہے۔ اور پھر منکرین کی [illegible] اعتراضات منطق بھی دیکھئے کہ وہ شریعت کے اصولوں کو کس طرح بگاڑ کر اس کی شکل و صورت مسخ کر دینا چاہتے ہیں۔

پھر اس سلسلے میں ضروری حقیقت یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان (بنو ہاشم) کے برعکس غیر ہاشمی صحابہ کرامؓ نہ صرف زکوٰۃ کے مال سے مستفید ہوتے تھے بلکہ خود صدقہ کا مال بھی ان کے لیے جائز و مباح تھا۔ جب کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ کا مال نہیں کھاتے تھے کیونکہ یہ بات آپ کے خصائص میں تھی۔ چنانچہ سورۃ بقرہ کی آیت ۲۷۳ کی تفسیر میں تفصیل گزر چکی ہے کہ یہ آیت کریمہ زکوٰۃ کے بارے میں ہے جو اصحاب صفہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور اصحاب صفہ تمام کے تمام صحابہ ہی تھے جو زکوٰۃ کے مال سے مستفید ہوتے تھے۔ لو اب جہاں تک صدقہ کا تعلق ہے تو حدیث ملاحظہ ہو:

إِذَا أُتِيَ بِطَعَامٍ سَأَلَ عَنْهُ أَهَدِيَّةٌ أَمْ صَدَقَةٌ؟ فَإِنْ قِيلَ صَدَقَةٌ قَالَ لِأَصْحَابِهِ كُلُوا، وَلَمْ يَأْكُلْ۔ وَإِنْ قِيلَ هَدِيَّةٌ

مشکوٰۃ، ترمذی کتاب العلم ۴۷۵۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صحابہ [illegible] کا [illegible]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی کھانا لایا جاتا تو دریافت فرماتے کہ آیا یہ ہدیہ ہے یا صدقہ؟ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو آپ صحابہؓ سے فرماتے کہ کھاؤ اور خود نہ کھاتے۔ مگر جب یہ کہا جاتا کہ ہدیہ ہے تو آپ ہاتھ بڑھاتے اور ان کے ساتھ خود بھی تناول فرماتے۔[23]

صدقہ کی دو قسمیں ہیں: صدقۂ واجبہ یعنی زکوٰۃ اور عشر وغیرہ اور نفلی خیرات۔ یہ دونوں قسم کے صدقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اور اپنے خاندان (بنی ہاشم) کے لیے حرام سمجھتے تھے۔ مگر آپ نے اسے غیر اشخاص یا پوری امت کے لیے حرام نہیں قرار دیا ہے۔ بلکہ اوپر والی حدیث جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صدقہ کی حرمت ثابت ہو رہی ہے اسی سے صحابہ کرامؓ کے لیے صدقہ کی حلت بھی ثابت ہو رہی ہے۔ اور صحابہ کرامؓ کا زکوٰۃ لینا قرآن اور حدیث دونوں سے ثابت ہے۔ اس طرح ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرامؓ نہ صرف صدقات واجبہ سے بلکہ خود صدقات نفلی سے بھی مستفید ہوتے تھے اور یہ چیز نہ تو صحابہ کرامؓ کے لیے حرام تھی اور نہ اس سے علم دین پر کوئی حرف آتا تھا۔ تو اب سوال یہ ہے کہ جب صحابہ کرامؓ کے لیے (باوجود اُن کے جلالتِ علم و مرتبہ کے) یہ چیز جائز تھی تو پھر غیر صحابہ اور (عام علماء اُمت کے لیے یہ چیز ناجائز یا حرام کیسے ہو سکتی ہے؟ اور اس سے دینی خدمت کا کام پست اور حقیر کیونکر ہو جائے گا؟ کیا کوئی غیر صحابی مقام و مرتبہ میں "اصحابِ صُفّہ"

---

[23] متفق علیہ بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ، باب من لا تحل له الصدقة، مرقاۃ ۲/۴۴۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

[illegible] ہے ! جب اصحاب صفہ صحابہ کرامؓ زکاۃ کی رقم لے سکتے ہیں تو پھر اصحاب علم و طالبِ علم امت کے زکاۃ لے لینے سے کون سی قیامت ٹوٹ پڑے گی ؟ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (کہہ دو کہ اگر تم سچے ہو تو اپنے دعوے کی دلیل پیش کرو) ۔

معترض غالباً یہ کہنا چاہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ معاذ اللہ علماء یا اہلِ علم نہیں ہوا کرتے تھے ۔ یا پھر وہ پوری اُمت کے علماء اور دینی خدمت گاروں کو بھی خاندانِ رسالت میں داخل کر دینا چاہتے ہیں ۔ یہ معترض کی الٹی منطق کا لازمی منطقی نتیجہ ہے ۔

اگر معترض رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کا انطباق پوری اُمت کے علماء پر اس طرح کرنے لگ جائیں تو اس کا تقاضا یہ ہوگا کہ اب ہر امتی نہ سہی کم از کم ہر عالم نو بیویاں کرے ۔ کیونکہ حضورؐ کی نو ازواجِ مطہرات تھیں ۔ ذرا دیکھئے تو سہی اس غلط اور الٹی منطق بلکہ بھکڑ پن کی زد کہاں سے کہاں تک جا پہنچتی ہے ۔ ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ‏ ‏ ‏ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نفقہ :-

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھریلو اخراجات کے لیے سال بھر کا نفقہ مالِ فئے سے لے کر ذخیرہ فرما لیا کرتے تھے ۔ فئے اس مالِ غنیمت کو کہا جاتا ہے جو بغیر جنگ کے حاصل ہو جائے ۔ چنانچہ حضرت عمرؓ سے مروی ہے :

عَنْ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ أَمْوَالُ بَنِي النَّضِيرِ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم، مما لم یوجف المسلمون علیہ بخیل ولا رکاب۔ فکانت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ وکان ینفق علی اھلہ نفقۃ سنتہ۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ بنی نضیر کے اموال کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بطور فے اس طرح عنایت فرمایا کہ اس پر مسلمانوں کو فوج کشی کرنے کی نوبت نہ آسکی۔ تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص تھے اور آپؐ اسے اپنے اہل پر سال بھر کے نفقے کے طور پر خرچ فرمایا کرتے تھے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مال فے سے اس طرح مستفید ہونے کی اجازت خود قرآن کریم سے ثابت ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

مَآ أَفَآءَ ٱللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ مِنْ أَهْلِ ٱلْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَـٰمَىٰ وَٱلْمَسَـٰكِينِ وَٱبْنِ ٱلسَّبِيلِ۔ اور اللہ نے اپنے رسول پر بستیوں والوں سے جو مال لوٹایا ہے (بطور فے سرفراز کیا ہے) تو وہ اللہ کا حق ہے اور رسول، قرابت دار، یتیموں، محتاجوں اور مسافروں کا حق ہے۔ (حشر: ۷)

اس طرح آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زکاۃ ممنوع اور مال فے سے اپنا نفقہ لینے کا جواز تھا۔ اور اسی ارشاد الٰہی کے مطابق آپ اپنا سال بھر کا نفقہ لے لیا کرتے تھے۔

امام ابو عبیدؒ نے کتاب الاموال میں تصریح کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ

۔ بخاری کتاب الجہاد ۳/۲۲۷۔۲۲۸، نسائی [illegible]

© rasailojaraid.com